

ایک عہد آفرین شخصیت

قدرت بڑے کاموں کے لئے بڑے لوگ تخلیق کرتی ہے ایسے بڑے لوگ جن کے فکر و عمل میں تفاوت نہیں ہوتا۔ سرزمین گوجرانوالہ کی نایاب صفت شخصیت علامہ محمد سعید احمد مجددی ایسی ہی تاریخ ساز رفعتوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے تھے۔ آپ کی دلوں میں اترتی ہوئی دلسوزی، اہل شوق کو منزل کی جانب مردانہ وار سفر کرنے کا حوصلہ عطا کرتی رہی۔

خطیب العصر حضرت علامہ ابوالبلیان محمد سعید احمد مجددی بلاشبہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے پاسدار اور دو قومی نظریہ کے فداکار تھے۔ آپ معروف شیخ طریقت، علم و عمل کے پیکر اور سحر طراز مقرر تھے۔ آپ نے معروف روحانی شخصیت حضرت مولانا لال دین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں 1943ء میں جنم لیا۔ قیام پاکستان کے بعد مہاجرت کے نام پر دکھوں کے خلاف نبرد آزما ہوتے ہوئے گوجرانوالہ آئے، عظیم دینی مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ کو اپنی خطابت کا مرکز بنایا۔ یہیں سے آپ کی شہرت نصف النہار پر پہنچی اور پھر بالآخر 11 اگست 2002ء کو اس مرکز علمی میں سپرد خاک ہوئے۔

آپ نے جامعہ نظامیہ لاہور سے تنظیم المدارس کا امتحان دے کر الشہادۃ العالمیہ کی سند فضیلت حاصل کی۔ شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ قرآن پڑھا۔ امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی (ملتان) سے سند حدیث حاصل کی۔ علمی رفعتوں کو طے کر چکے تو روحانی تجلیات کی جستجو بے تاب کرنے لگی۔ عرفان ذات خداوندی وہ نعمت عظمیٰ ہے جو بندگان خدا کو فنا فی اللہ کی لذتوں سے ہمکنار کرتی ہے اور تاریخ تصوف گواہ ہے جنہیں فنا فی اللہ کی منزل نصیب ہوئی وہی شہرت عام اور بقائے دوام کی خلعت ہمایونی کے حقدار قرار پائے۔ حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ جب طریقت و روحانیت کے صحراؤں میں آگے بڑھے تو انہیں آستانہ عالیہ آلو مہار شریف کے خلیفہ خاص قطب الاقطاب حضرت خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت خضر راہ کی صورت نظر آئی۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کے اس رجل رشید سے رشتہ بیعت استوار کر کے اکتساب فیض کیا۔ شیخ کامل کی نگاہ ولایت نے بھی آپ کو خوب خوب نوازا۔ قلیل عرصہ میں آپ کو منازل طریقت طے کر کے خرقہ خلافت سے نوازا اور باطنی عروج و کمال کی وجہ سے ”شہباز طریقت“ کا لقب عطا فرمایا۔

برصغیر پاک و ہند کے عظیم خطیب اور آستانہ عالیہ آلو مہار شریف کے تاجدار خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک عہد ساز مقرر، جادو بیان خطیب اعظم، نعت گو شاعر اور زبان و بیان کی معراج کو چھونے والے بطل جلیل تھے۔ آپ کے خانوادہ روحانیت سے ایک زمانہ فیوضات روحانی سمیٹ رہا تھا۔ حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددی نے خطیب الاسلام کے فکری و نظریاتی، علمی و روحانی اور ادبی و نظری انوار سے اپنی متاع قلب و جان کو یوں مستنیر کیا کہ ان کے خصائل کا بے مثال نمونہ بن گئے۔ تمام اصحاب نظر کا متفقہ فیصلہ ہے کہ علامہ مجددی صاحب روحانی اور نظری طور پر ہی نہیں بلکہ طاقت زبان اور حسن بیان کے لحاظ سے بھی خطیب الاسلام کے صحیح جانشین اور ان کے محاسن علمیہ کی منہ بولتی تصویر تھے۔ خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ کے علاوہ آپ شمس المشائخ پیر سید محمد فضل

شاہ مجددی، حضرت خواجہ محمد غلام فرید شاہ مجددی، پیر سید محمد انور شاہ گیلانی بغدادی، غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی، شیخ
القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی، حضرت العلام شیخ ابوالنور شاذلی اور حضرت پیر سید عاشق حسین شاہ مجددی جیسی یگانہ روزگار
شخصیات کے روحانی سلاسل کے فیوض و برکات کے بھی امین تھے۔

شہریار خطابت حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ کا سحاب کرم ان پر مدتوں سایہ فگن رہا۔ ان کے فیضان خطابت سے آپ نے
یوں فکری راہنمائی لی کہ بہت جلد اس مدوح علم کی خطابت کا عکس جمیل بن گئے۔ جب تقریر کرتے تو ہزاروں کے مجمع پر چھا جاتے۔ سامعین
کے دلوں کی دھڑکنیں رک جاتیں۔ علامہ ابوالبلیان محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت کے لوہے نے ہر لوہے کو کاٹا۔ اپنے تو اپنے
اغیار نے بھی ان کی خطابت کی سحر آفرینی کو تسلیم کیا۔ مقررین کا جم غفیر ہوتا مگر جب علامہ مجددی موعظت ہوتے تو پھر ہر طرف آپ ہی
کے انداز تقریر کی دل نشینی بہار بن کر چھاتی ہوئی محسوس ہوتی۔ لفظوں کے سوتے پھوٹنے لگتے، الفاظ و تراکیب کے سرچشمے ابلنے لگتے،
حکمت و موعظت کے گل لالہ چٹکنے لگتے، آپ کی مجلس آرائی عشق میں مصطفوی ﷺ کی بہار جاوداں سے قلب و جان معنبر ہونے لگتے
، لفظوں کا دھارا سامعین کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا اور ہر طرف سے یہی صدا ابھرنے لگتی کہ
ع بلبل چپک رہا ہے ریاض رسول میں

ریاض رسول ﷺ میں چپکنے والا یہ بلبل ہزار داستان، شہر شہر، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، محبت رسول اور مقامات تصوف کی خوشبو لٹاتا رہا۔
آپ کے نعمات عشق سے منبر و محراب کا ماحول ضو بار ہوتا رہا۔ آپ کی تقاریر چند موضوعات پر مشتمل نہ تھیں بلکہ ان میں موضوعات کی
رنگارنگی، مطالب کی گہرائی، مفاہیم کی وسعت، مطالعہ کی جامعیت، حسن ادا کی نگہت کے پہلو بہ پہلو انداز تکلم کی رفعت کا فرما تھی۔ اصحاب
ایمان کیلئے آپ کی تقاریر حکمت و موعظت کے شہ پاروں کی حیثیت رکھتی تھیں اس لئے عوام ہجوم در ہجوم آپ کے خطابات کو سنتے، آپ کی
تقاریر سے ضروریز ہونے والے فکر و نظر کے جواہر بے بہا کو چنتے، موضوعات کی دل نشینی کی مہک سے قلب و جان کو معنبر کرتے اور دلوں کی
خلوتوں میں ان خطبات عالیہ کی بصیرت آفرینی سے اجالا کرنے کا سامان مہیا کرتے۔

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے رکن رکین تھے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی، راست
روی، ایمانی استقامت اور غیر معمولی جذبہ جہاد کے امین تھے۔ اس لئے آپ راہبانہ تصوف کے قائل نہ تھے۔ آپ بجا طور پر سمجھتے تھے کہ
خانقاہوں سے نکل کر ہی رسم شبیری ادا کی جاسکتی ہے، میدان عمل میں اترے بغیر وقت کے کج کلاہوں کو عجز و نیاز کا خوگر نہیں بنایا جاسکتا۔
اس عزم اور جذبہ رندانہ کی بجا آوری کے لئے آپ نے ایسی تمام تحریکات میں بھرپور حصہ لیا جن کا مقصد وطن عزیز میں نظریاتی قوتوں کو
استحکام مہیا کر کے اس سر زمین کو اسلامی تعلیمات کا مرکز بنانا تھا۔ آپ نے جمعیت علمائے پاکستان، جماعت اہلسنت پاکستان، جمعیت المشائخ
پاکستان اور جمعیت علمائے آزاد کشمیر کے پیغام کو آگے بڑھانے کے لئے نہایت فعال اور سرگرم کردار ادا کیا۔ ممتاز عہدوں پر فائز رہے
جمعیت علمائے جموں و کشمیر کی صدارت کے فرائض بھی 4 برس انجام دیئے غرضیکہ حضرت علامہ مجددی نے ہر اس تحریک سے تعاون کیا جو

وطن عزیز میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی داعی تھی۔

آپ مجاہد ختم نبوت بھی تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت کے عظیم قافلہ سالار صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت بھر پور کردار ادا کیا۔ تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران میں آپ کا کردار ہر لحاظ سے قابل رشک رہا یہی نہیں بلکہ ملک کے جس گوشے سے بھی فروغ اسلام اور احیائے دین مصطفوی ﷺ کی تحریک اٹھی آپ اس کے پیغام کو آگے بڑھانے میں ہمیشہ پیش پیش نظر آئے۔ جب مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں پر بھارتی استعمارات کے ظلم و ستم چنگیز و ہلاکو کو شرمانے لگے تو آپ نے کشمیر میں غلبہ اسلام اور اس سرزمین اولیاء کی آزادی کے لئے 1992ء میں ایک ہزار سے زائد علماء و مشائخ کی موجودگی میں آل جموں و کشمیر سنی جہاد کونسل کی بنیاد رکھی۔ اس کے پہلے کنویر آپ ہی تھے۔ آپ نے مقبوضہ کشمیر کو آزاد کرنے اور اسے پاکستان کا لازمی حصہ بنانے کے لئے مجاہدین میں نئی روح پھونکنے کے لئے ملک کے طول و عرض میں طوفانی دورے کئے۔ مشکل راستوں پر سفر کرتے ہوئے اور آزادی پسندوں کو جدوجہد کا حریت آفریں پیغام دیتے رہے۔

خطیب العصر علامہ ابوالبلیان پیر محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا کارنامہ 1980ء میں ”عالمی ادارہ تنظیم الاسلام“ کی بنیاد رکھنا ہے۔ آپ کی زندگی کا مرکز و محور محبت رسول ﷺ رہی ہے۔ اولیائے کرام اور مشائخ امت اسلام کا اسوہ ہمیشہ آپ کے لئے خضر راہ رہا ہے۔ اس لئے آپ کی تمنا تھی کہ جو شمع نورانی میرے قلب و جگر میں ضو فگن ہے اسی سے زمانے بھر میں اجالا ہو جائے تو بحمدہ تعالیٰ ”عالمی ادارہ تنظیم الاسلام“ کے پلیٹ فارم سے آپ نے احیائے اسلام، غلبہ دین حق اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے قابل رشک کردار ادا کیا۔ آپ نے نوجوان طبقہ کو بالخصوص اپنی روحانی اور باطنی توجہ کا مرکز بنایا۔

کہتے ہیں کہ دل سے جو بات نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے آپ کا پیغام خوشبو بن کر دلوں میں اترتا گیا اور نہایت با کردار صالح اور دین پسند نوجوان آپ کے گرد جمع ہوتے گئے۔ آپ ان کو صالحیت اور خدا پرستی کے سانچے میں ڈھالتے، انہیں محبت رسول کے علمی تقاضوں سے آشنا کرتے، تصوف اور روحانیت کی شمع سے ان کے مادیت زدہ دلوں میں اجالا کرتے، اپنے خلوص و محبت سے ان کی فکری و نظری تربیت فرماتے اس کے ساتھ ساتھ روحانی ریاضت اور مجاہدوں سے بھی گزارتے اور جب طالبان شوق کے دلوں کی سرزمین نم ہو جاتی تو وہاں سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے بیج بودیتے۔

آپ نے اپنا فکری و نظری اور روحانی پیغام صرف وطن عزیز میں عام نہیں کیا بلکہ دوسرے ممالک تک بھی اس پیغام کو پہنچایا۔ کفرزاروں میں اسلامی انوار کو عام کرنے کی جدوجہد کی۔ آپ کی مبلغانہ مساعی کا سلسلہ پاکستان سے نکل کر آسٹریلیا، ملائیشیا اور کئی دیگر ممالک تک دراز ہوتا گیا۔ آپ نے کتاب و سنت کی ترویج اور تبلیغ اسلام کے لئے ہر جگہ مسلمانوں کو متحد و منظم کیا، ان کی علمی اور عملی راہنمائی کی، انہیں ہر گام پر یہ احساس دلایا کہ قدرت تم سے زمانے بھر کی امامت و قیادت کا کام لینا چاہتی ہے، مگر تم گروہ بندیوں میں الجھ کر اپنے مقصد اولیٰ کو فراموش کر بیٹھے ہو۔ آپ نے حکمت و بصیرت سے اہل وطن اور دوسرے ممالک کے اصحاب ایمان کو باور کرایا۔

علامہ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے قرطاس و قلم کو بھی بھرپور انداز سے تبلیغ اسلام اور تصوف و روحانیت کی ترویج کا ذریعہ بنایا۔ آپ نے ماہنامہ ”دعوت تنظیم الاسلام“ کا اجراء فرمایا جو علمی و ادبی مضامین اور تعلیمات تصوف کے فروغ کا ایک اہم ادبی ذریعہ ہے۔ اسی ادبی مجلہ میں آپ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریفہ کی اردو شرح ”الہدینات“ کے عنوان سے لکھنے کا آغاز فرمایا۔ اس مقصد کو عام کرنے کے لئے آپ نے ایک مدت پیشتر تبلیغی دروس کا اہتمام فرمایا۔ تعلیمات مجدد الف ثانی اور شرح مکتوبات امام ربانی کے حوالے سے آراستہ ہونیوالی محافل مقدسہ میں تصوف و روحانیت کے جو اہر پارے لٹاتے رہے۔ اہل شوق ان جو اہر پاروں کو اپنے دامان شوق میں سمیٹ کر اسلامی تعلیمات سے عملی آگہی کا سامان مہیا کرتے رہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے ”مکتوبات مجدد الف ثانی“ کی تشریح کے پہلو پہلو حضور داتا گنج بخش سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق روحانی تصنیف ”کشف المحجوب“ کی شرح کو بھی پایہء تکمیل تک پہنچایا۔ آپ کشف المحجوب کا ہفتہ وار درس مسلسل آٹھ برس تک اہل ایمان کے قلوب کی زینت بناتے رہے۔

عالمی ادبہ تنظیم الاسلام کے شعبہ مطبوعات کے زیر اہتمام سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات عالیہ کی اردو شرح ”الہدینات شرح مکتوبات“ کے نام سے ضخیم دو جلدوں میں اشاعت پذیر ہو چکی ہے۔ اس کے مطالعہ سے شارح کی فکری سرفرازی، علمی رفعت، نظریاتی چٹنگی اور تصوف کے دقیق مضامین پر بھرپور دسترس کا بخوبی احساس ہوتا ہے۔ مشکل سے مشکل مسائل، دقیق سے دقیق نکات اور لطائف علمیہ کو بڑے دلکش اور ایمان آفرین انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے فہم و خرد کی گرہیں کھلتی اور معانی و مفاہیم کی گتھیاں سلجھتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

علامہ محمد سعید احمد مجددی کی ولولہ انگیز خطابت سے متاثر ہو کر تقریر و انشاء کی منزلوں کے راہی انہیں ”ابوالبیان“ کے فکر آفریں لقب سے یاد کرتے ہیں۔ یہ لقب بہت جلد آپ کے نام کا اس طور حصہ بن گیا کہ ملک کے طول و عرض میں فقط ”ابوالبیان“ کہہ دینے سے ہی آپ کی ذات مراد لی جاتی ہے۔ آپ کے خطبات و تقاریر کو ”البیان“ کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور کئی جلدیں اشاعت کے اہتمام سے گزر رہی ہیں اور مقالات اور مضامین کو ”مقالات ابوالبیان“ کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔

حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ علماء و مشائخ کے محبوب نظر تھے۔ اہل نظر کی محافل میں آپ کو نہایت عزت و توقیر سے پکارا جاتا تھا۔ آپ بیک وقت تقریری اور تحریری محاذوں پر غلبہ دین اسلام کے لئے مصروف عمل رہے ایک صاحب تحقیق جب کمال احتیاط سے آپ کی شخصیت کا جائزہ لیتا ہے تو اسے خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ ایک شخصیت بیک وقت کس طرح مختلف امور کی انجام دہی میں راہنمائی نہ کردار ادا کرتی رہی، آپ نے جو انسان وطن کو اسلاف کی روحانی اور ایمانی عظمتوں سے آشنا کیا، بزرگان دین کو احیائے اسلام کے لئے اتفاق و اتحاد کا درس دیا، مختلف سلاسل کے فیوض سے بہرہ ور ہو کر ان سلاسل کی برکات کو نسل نو تک پہنچانے کا اہتمام کیا، قلم کی نوک سے تبلیغ دین اسلام کے گلاب مہکا کر کثافت آلود دلوں کو مہکبار کیا، محبت رسول کی شمعیں روشن کر کے جہالت اور تصوف دشمنی کی تاریکیوں کو انوار تصوف کی پوری جامعیت کے ساتھ کافور کیا، مکتوبات امام ربانی اور کشف المحجوب جیسے عہد ساز علمی اور روحانی نوادرات کے دروس اور

شرح مبین کا سلسلہ جاری کیا اور اسے کبھی رکنے نہ دیا، مساجد اور مدارس کا جال پھیلایا کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ یہی وہ مراکز ہیں جہاں سے ہر دور میں اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا جاسکتا ہے۔

حق تو یہ ہے کہ زندگی وہی زندگی ہے جس کا ہر پل مقصدیت اور نظریاتی جدوجہد سے عبارت ہو۔ اس حوالے سے دیکھیں تو حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددی کی زندگی اسی مقصد عظیم سے عبارت تھی جس کی خاطر صوفیاء کرام دنیا میں تشریف لاتے رہے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک پل فروغ دین اور عشق سرور کو نین ﷺ کی بہار جانفزائے میں صرف کیا۔ مصروفیات کا ایک ہجوم تھا جو ہر وقت آپ کی خداداد صلاحیتوں کا احاطہ کئے رہتا تھا۔ مصروفیات کا یہی بوجھ آپ کی صحت کے تیزی سے گرنے کا سبب بنا۔ آپ کئی برس مسلسل صاحب فراش رہے۔ آپ کی بیماری کی خبر جب عام ہوئی تو مساجد، مدارس اور تصوف کدوں میں آپ کی صحت مندی کے لئے دعاؤں کا سلسلہ چل نکلا۔ لاکھوں دل آپ کی صحت یابی کی تمنا لئے دھڑکتے رہے۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ہونہار اور صاحب علم بھتیجے جناب صاحبزادہ محمد رفیق احمد مجددی مدظلہ کی روحانی تربیت فرما کر انہیں اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔

آج یہ بطل جلیل جسمانی طور پر ہمارے درمیان موجود نہیں مگر اس کے اسوہ حسنہ کا ہر دلاویز پہلو اس کے فکری اور نظریاتی وجود کا احساس دلا رہا ہے آپ کے نیاز مند ان شوق آپ کے ارشادات کو شمع راہ بنائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اصحاب عمل کے نزدیک یہی شمع وقت کے ظلمت کدوں میں اجالے بکھیرنے کا باعث ہے۔ سلام عقیدت ہو اس مرد کامل پر جس کی ہر ہر ادا سنت رسول سے عبارت اور جس کے افکار کی جگمگائیت سے آج یہی دلوں کی ویران بستیاں آباد ہو رہی ہیں۔

حضرت ابوالبلیان رحمۃ اللہ علیہ

علماء و مشائخ کی نظر میں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سراج العارفین، سعید الاولیاء، حضرت علامہ ابوالبلیان پیر محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ پہلو اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے قدرت نے آپ کو بے شمار خوبیاں اور ان گنت صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں۔

آپ ایک عالم دین، عاشق رسول، مدبر، ادیب، مفکر، خطیب، مقرر، صوفی، درویش، مرشد اور مربی کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کے اساتذہ کرام، مشائخ عظام اور ہم عصر علماء و مشائخ نے مختلف مواقع پر آپ کی صلاحیت و قابلیت اور آپ کی بلند پایہ روحانی شخصیت کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے متعلق جو ارشادات و روحانی مکشوفات کا تذکرہ فرمایا ان سب کو یکجا کرنا اور پھر ضبط تحریر میں لانا خاصہ مشکل کام ہے تاہم

ہشتے نمونہ از خروارے

کے مصداق چند علماء و مشائخ کے ارشادات و مبشرات درج ذیل ہیں

حضرت مولانا لال دین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا لال دین رحمۃ اللہ علیہ سراج العارفین حضور قبلہ ابوالبلیان رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی ہیں نہایت ہی سادہ، رفیق القلب، صاحب حال صوفی، اور درویش صفت انسان تھے خدمت دین کا جذبہ آپ کی سرشت میں رچا ہوا تھا مقبوضہ وادی کشمیر کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں بلامعاوضہ تعلیم قرآن دیا کرتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں جب حضور ابوالبلیان کی عمر تقریباً چار برس تھی آپ وادی کشمیر سے ہجرت کر کے سرزمین پاکستان پر تشریف لائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ ہجرت فقط حضور سرور کائنات ﷺ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم سے کی ہے۔

ہجرت کی رات خواب میں مجھے بار، بار ان عظیم ہستیوں کی زیارت نصیب ہوئی اور ساتھ ہی یہ حکم ملا کہ بچوں کو لے کر فوراً پاکستان چلے جاؤ۔ آپ فرمایا کرتے تھے اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ان بچوں میں سے کسی ایک کے ذریعے (اشارہ حضور ابوالبلیان کی جانب ہوتا) پاکستان کی زمین پر دین کا کام لینا چاہتا ہے۔

حضرت خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

(خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ آلو مہار شریف)

زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ حضور ابوالبلیان کے پیر و مرشد اور مربی ہیں جنہوں نے آپ کو دور طالب علمی میں ہی منازل سلوک طے کرا کے خرقہ خلافت سے نوازا تھا۔ بعض یاران طریقت معترض ہوئے کہ اتنی کم عمری میں راہ طریقت و تصوف کی بھاری ذمہ داریاں نبھانا دشوار ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جسے تم کم عمر سمجھتے ہو یہ تو ”طریقت کا شہباز“ ہے۔

ز۔۔۔ حضرت خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ جب حج پر تشریف لے جانے لگے تو سب احباب، مریدین و متوسلین نے دعاؤں کی

درخواست کی جبکہ حضور ابوالبلیان پاس ادب کچھ نہ بولے، خواجہ صاحب کی اہلیہ محترمہ اماں جی نے خواجہ صاحب کے حضور درخواست پیش کی کہ حضرت سب احباب آپ کو دعا کیلئے کہہ رہے ہیں۔ محمد سعید آپ کا خادم بھی ہے اور بیٹا بھی اس کے حق میں بھی آپ ضرور دعا فرمائیں۔ تو اس پر خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے لئے اب مجھے دعا کرنے کی ضرورت نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جب بھی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں تو حضور اس کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ اس سے راضی اور خوش ہیں۔

ز۔۔۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ اگر قیامت کے دن خدا نے مجھ سے پوچھ لیا کہ تم دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو میں اپنے مرید صادق “محمد سعید مجددی” کا ہاتھ پکڑ کر خدا کے حضور پیش کر دوں گا۔

ز۔۔۔ یاد رہے کہ آپ نے اپنے پیرومرشد کے حکم سے ہی مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ میں خطابت کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔ آپ کی نقشبندیہ مسجد میں آمد سے بہت عرصہ پہلے آپ کے پیرومرشد فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتا ہوں تو مجھے گوجرانوالہ کے لاری اڈا کی طرف سے انوار چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(تاجدار آلو مہار شریف)

حضور ابوالبلیان کو حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ۲۵ سالہ معیت و رفاقت میسر رہی تحریک ختم نبوت، تحریک آزادی کشمیر سمیت احیائے اسلام کے لئے اٹھنے والی ہر تحریک میں آپ حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست تھے۔ جلوت و خلوت کا یہ ساتھ سیاسی مفادات سے بالاتر ہو کر محض خلوص وللہیت پر مبنی تھا خطیب الاسلام کے ساتھ آپ کی محبت، وارفگی اور دیوانگی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ اکثر آپ کے حسن خطابت میں ان کی جھلک نظر آتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ “کبھی میں محمد سعید مجددی میں بولتا ہوں اور کبھی محمد سعید مجددی مجھ میں بولتا ہے۔”

ز۔۔۔ حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حالت خواب میں دیکھتا ہوں کہ خواجگان نقشبندیہ کا عظیم اجتماع ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ فیض الحسن شاہ کو آگے لاؤ۔ خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے حکم سے آگے آیا تو آپ نے اپنے پیچھے تیسری صف میں جگہ دی کچھ دیر تو محویت کا عالم طاری رہا اس کے بعد جب میں نے اپنے دائیں جانب دیکھا تو وہاں علامہ محمد سعید احمد مجددی تشریف فرما تھے۔

الشیخ ابونور شاذلی

سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے عظیم روحانی پیشوا الشیخ ابونور شاذلی جامع مسجد بنو امیہ دمشق میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے ہیں ایک مرتبہ دوران حج حرم مکہ میں رکن یمانی کے قریب ملاقات ہوئی اور باہمی تعارف ہوا۔ دوران گفتگو شیخ نے فرمایا کیا پاکستان میں سلسلہ شاذلیہ بھی

ہے؟ آپ نے عرض کی بہت کم اس پر انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ ہم آپ کو سلسلہ شاذلیہ کی اجازت و خلافت دیتے ہیں اور اس سلسلہ کے تمام ارادو وظائف کی بھی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ اپنے ذاتی وظائف کی کتب عطا فرمائی۔ اس موقع پر حضرت علامہ ابو نعیم محمد رحمۃ اللہ نوری صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

الشیخ احمد یحیٰی علوی

الشیخ احمد یحیٰی علوی مدینہ پاک میں جماعت منزل میں قیام پذیر ہوا کرتے تھے مدینہ پاک کی حاضری کے موقع پر ان سے ملاقات ہوئی تو نہایت محبت اور شفقت سے ملے تو پہلی ہی ملاقات میں انہوں نے آپ کو علوی سلسلہ کی اجازت و خلافت سے نوازا۔ پھر فرمایا کہ میں بطریق اویسیہ علوی نسبت کا حامل ہوں اور میں نے یہ نسبت اپنے مرشد سے حاصل کی ہے اور میرے مرشد نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور سرور کائنات ﷺ سے۔ ان پانچ واسطوں سے یہ نسبت میں آپ کو عطا کرتا ہوں۔ ایسے قریبی سلسلہ کو ”سلسلۃ الذہب“ کہا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے ایک عزیز جو سعودی عرب میں مقیم تھے آپ کے حکم سے الشیخ احمد یحیٰی علوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کا سلام پیش کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت کا نام سن کر شیخ کا چہرہ خوشی اور مسرت سے کھل اٹھا اور انہوں نے حضرت کے متعلق برجستہ یہ الفاظ فرمائے۔

ہو ر جل صالح لحجب اصحاب البدر واصحاب البدر یحبونہ

یعنی یہ وہ مرد صالح ہیں جو اصحاب بدر سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اصحاب بدر ان سے محبت فرماتے ہیں

شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ گوجرانوالہ میں شمس العارفین کانفرنس میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ابوالبلیان کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ ”یہ تمام سلاسل کا سنگم ہیں

ز۔۔ اسی طرح ایک اور موقع پر آپ کی خطابت کی جولانی اور سحر بیانی کو دیکھتے ہو حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ”ابوالبلیان“ کا لقب عطا فرمایا۔ ولی کامل کی زباں سے نکلا ہوا یہ لفظ آپ کے نام کا جزو لازم بن گیا۔

شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی (وزیر آبادی) رحمۃ اللہ علیہ آپ کے استاد گرامی ہیں جن سے آپ نے دورہ تفسیر القرآن پڑھا۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ عالم اور محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شیخ طریقت اور صوفی بھی تھے۔

ز۔۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوالبلیان کا عربی رسم الخط انہیں بہت پسند تھا دوران تعلیم ایک مرتبہ اپنے ذاتی وظائف کی کتابیں عطا فرمائیں اور فرمایا یہ وظائف مجھے ایک ڈائری میں خوش خط تحریر کر دو۔ آپ نے کمال شوق، محبت اور

عقیدت سے عرصہ چھ ماہ میں وہ وظائف تحریر کر کے پیش کیے۔ جس پر حضرت شیخ القرآن بے انتہا خوش ہوئے اور ان میں سے کچھ وظائف کی آپ کو اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب میں دوران سفر یہ وظائف پڑھتا ہوں تو آپ کی تحریر دیکھ کر آپ مجھے یاد آتے ہیں تو میں آپ کے حق میں دعائیں کرتا ہوں۔

ز۔۔ ایک مرتبہ آپ کی عدم موجودگی میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مثل مشہور ہے کہ یک من علم را۔ وہ من عقل ”یعنی اگر ایک من علم ہو تو اس کو استعمال کرنے کیلئے دس من عقل درکار ہے ورنہ علم ضائع ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ علامہ محمد سعید احمد مجددی کے متعلق میں یہی کہتا ہوں کہ ان کی عقل ان کے علم سے زیادہ ہے۔

ز۔۔ جس سال آپ نے دورہ قرآن کیا تقریباً پچاس کے لگ بھگ طلباء دورے میں شامل تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان تمام طلباء میں سے جن شاگردوں پر مجھے ناز ہے۔ وہ صرف اڑھائی ہیں ان میں ایک علامہ محمد سعید احمد مجددی اور دوسرے مولانا ہدایت اللہ پوری (ماتان) جبکہ ایک اور طالب علم کا نام لے کر فرمایا کہ یہ آدھا ہے۔

(شیخ الحدیث حافظ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت امام علی الحق سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس پاک کے موقع پر حضرت ابوالبیان علیہ الرحمۃ کے خطاب کے بعد شیخ الحدیث حافظ محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر مجمعہ عام میں یہ الفاظ کہے کہ میں آج یہ اعلان کرتا ہوں کہ ”اگر آپ نے کسی ولی اللہ کی زیارت کرنی ہے تو علامہ محمد سعید احمد مجددی کی زیارت کر لو“ یہ اس موقع پر محترم محمد اکرم چوہان (ایڈووکیٹ) اور محترم حماد کوثر (ایڈووکیٹ) بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد حسین مجددی فاضل بھیرہ شریف حال مقیم آسٹریلیا بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہماری کلاس کو حدیث پڑھا رہے تھے کہ دوران تدریس ایک ایسی حدیث مقدسہ آئی۔ جس میں اولیاء کرام کی علامات و صفات کا ذکر تھا کسی طالب علم نے سوال کیا کہ حضور ہم جو احادیث مبارکہ میں اولیاء کرام کی صفات پڑھتے ہیں کیا اس دور میں بھی کوئی ایسا شخص ہے جس میں ولایت کی یہ تمام علامات و صفات موجود ہوں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں گو جز انوالہ کے علامہ محمد سعید احمد مجددی کی ذات میں وہ تمام تر صفات موجود ہیں جو بمطابق حدیث اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہیں۔ نیز فرمایا کہ مجھے جب کبھی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں شرف باریابی نصیب ہوا تو میں نے وہاں علامہ مجددی صاحب کو بھی موجود پایا ہے۔

حضرت الشیخ سید طاہر علاء الدین الگیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

نبیرہ غوث اعظم، قدوة الاولیاء حضرت سیدنا طاہر علاء الدین الگیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ عام علماء سے ہٹ کر آپ پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ کو نبیہ تشریف لے گئے اور تقریباً ایک ہفتہ حضرت کے ہاں کا شرف حاصل کیا اور کئی علمی اور روحانی صحبتیں

میسر آئیں۔ اس دوران ہی ایک دن جب حضور ابوالبلیان کو سُنہ بازار سے کتابیں خریدنے تشریف لے گئے تو واپسی پر احباب نے بتایا کہ حضرت آج سارا دن دستار ہاتھ میں لئے بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کرتے رہے اور بار بار آپ کے متعلق پوچھتے تھے شاید وہ آپ کو دستار خلافت عطا فرمانا چاہتے تھے۔ اس واقعہ کے چند سال بعد حضرت پیر سید علاؤ الدین گیلانی وصال فرما گئے۔

حضرت کے وصال کے تقریباً 2 سال بعد راقم الحروف کو ۱۹۹۳ء ماہ رمضان المبارک میں حضرت ابوالبلیان علیہ الرحمۃ والرضوان کی معیت میں عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ نے ایک خواب دیکھا کہ جمعۃ المبارک کا اجتماع ہے اور وہاں حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین گیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ قریب ایک شخص ہے اس کی جانب اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ آپ اسے بیعت کیوں نہیں کرتے۔ اسے بیعت کرو۔ بعد ازاں جب چند ایک محرم راز علماء و مشائخ سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو انہوں نے اسے سید (طاہر علاؤ الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیض اور خلافت سے تعبیر کیا۔) واللہ اعلم بالصواب

(الشیخ محمود بن عبد الرحمن (ملائیشیا)

آپ دور حاضر میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے ممتاز اور معروف روحانی پیشوا ہیں آپ کے ارادت مند پاکستان اور ملائیشیا کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی بکثرت موجود ہیں۔ حضرت ابوالبلیان رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی شناسائی ۱۹۹۳ء میں ہوئی جب آپ آسٹریلیا اور ملائیشیا کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے۔

۲۰۰۱ء میں حضرت ابوالبلیان بستر علالت پر تھے کہ الشیخ محمود آپ کی عیادت کیلئے ملائیشیا سے پاکستان تشریف لائے اور تقریباً دو ہفتے یہاں قیام پذیر رہے۔

الشیخ محمود بن عبد الرحمان القادری نے فرمایا کہ ”حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددی کے مرتبہ سے عام لوگ ناواقف ہیں ان کو حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے دنیائے روحانیت میں ”سراج العارفین“ کا لقب عطا ہوا ہے اور آپ دوسرے شخص ہیں جنہیں یہ لقب عنایت ہوا ہے۔ اس سے قبل بنگلہ دیش کے بزرگ الشیخ لطف الرحمن رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہیں یہ لقب ملا تھا۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں علامہ مجددی صاحب کی عیادت کیلئے خود اپنی مرضی سے نہیں آیا بلکہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے یہ حکم دیا ہے۔

(حضرت علامہ مفتی مختار احمد درانی (خانپور)

۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے کہ راولپنڈی جامع مسجد سبزی منڈی میں جلسہ منعقد تھا جس میں خصوصی خطاب قبلہ حضرت ابوالبلیان رحمۃ اللہ علیہ کا تھا شدید سردی کا موسم اس پر مستزاد یہ کہ موسلا دھار بارش بھی زوروں پر تھی حضرت ابوالبلیان کا بیان اپنے پورے جو بن پر تھا آپ کے رخسار سرخی سے متمم ہے تھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے نور کی شفا عین چھن چھن کر باہر آرہی ہوں۔

منہ سے الفاظ جھڑتے ہوئے پھولوں کی مانند محسوس ہو رہے تھے، مترادفات کا سیل رواں جاری تھا، مجھہ موسم کی سرد مہری سے بے خبر آپ کی سحر بیانی میں محو تھا، وجد و حال کی کیفیت دیدنی تھی، حضرت علامہ مفتی مختار احمد درانی (خانپور کٹورا) بھی اس محفل میں موجود تھے۔ مفتی

مختار احمد درانی عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ طریقت اور صاحب حال درویش بھی ہیں۔ علم تصوف پر آپ کو خاصی دسترس حاصل ہے جلسہ کے اختتام پر مفتی صاحب نے آپ کا ہاتھ تھاما اور ایک طرف لے جا کر فرمانے لگے مجددی صاحب! آج ہم نے آپ کی چوری پکڑ لی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ تو مفتی صاحب کہنے لگے کہ آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب آپ تقریر فرما رہے تھے تو تقریر آپ پر نازل ہو رہی تھی۔

راقم الحروف کے والد گرامی اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔

حضرت ابوالحسن زید فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابوالحسن زید فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں پاکستان تشریف لائے تو گوجرانوالہ سے حضرت ابوالبلیان قدس سرہ العزیز کی قیادت میں علماء کرام کا ایک وفد آپ سے ملاقات کیلئے لاہور پہنچا۔ اس وفد حضرت علامہ قاضی محمد حمید فضلی میں شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد نصرت اللہ مجددی اور حضرت علامہ خالد حسن مجددی بھی شریک تھے۔

دوران گفتگو حضرت شیخ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میرے پاس پاکستان سے متعدد رسائل آتے ہیں اور میں ان سب کو احباب میں تقسیم کر دیتا ہوں سوائے ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام کے جس میں مکتوبات شریف کی شرح ہوتی ہے اس رسالے کو فائل کر لیتا ہوں اور اپنے سرہانے رکھتا ہوں اور بار بار میں اس کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔

آپ نے شارح مکتوبات امام ربانی حضرت ابوالبلیان آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس عظیم کام کو سراہا۔

(علامہ مفتی محمد شفیع نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (کاموکی

ہمارے ایک دوست اور ہم سبق ساتھی مولانا گلغام حسین فاروقی جو دارالعلوم نقشبندیہ امینیہ ماڈل ٹاؤن میں زیر تعلیم تھے۔ ان کا گھر حضرت علامہ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش کے قریب ہی واقع تھا مفتی صاحب ممتاز عالم دین اور صاحب درد صوفی بزرگ تھے۔ مفتی صاحب عرصہ سے صاحب فراش تھے لہذا وہ اکثر مولانا گلغام صاحب کے ذریعے حضرت ابوالبلیان علیہ الرحمۃ والرضوان کے احوال دریافت فرماتے رہتے اور گا ہے بگا ہے سلام بھی بھیجا کرتے تھے۔

مفتی صاحب کو جب مولانا کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوالبلیان مکتوبات شریف کی شرح تحریر فرما رہے ہیں تو انہوں نے ازراہ حیرت یہ فرمایا کہ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی شرح کر سکے؟ کم از کم میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ مولانا گلغام حسین فاروقی صاحب نے مفتی صاحب کی گفتگو من وعن آپ کے گوش گذار کی۔ آپ نے مولانا کو ”ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام“ کے چند ماہ کے رسائل دیئے اور تاکید فرمایا کہ مفتی صاحب قبلہ سے میرا سلام کہنا اور ان رسائل میں سے البینات (شرح مکتوبات خود پڑھ کر مفتی صاحب کو سنانا ہے) (کیونکہ ضعیف العمری کی بنا پر آپ کی مینائی ختم ہو چکی تھی

اور ان سے عرض کرنا ہے کہ اگر اس میں کوئی غلطی پائیں تو اس کی نشاندہی فرمادیں۔ چند دنوں بعد مولانا گلغام حسین فاروقی نے آکر بتایا کہ

آپ روزانہ بڑی توجہ اور انہماک سے شرح مکتوبات سماعت فرماتے رہے اور آخر کار یہ فرمایا کہ ”یہ تو واقعی کمال چیز ہے“۔ مجددی صاحب کو میرا سلام کہنا اور اس کام پر میری طرف سے مبارکباد پیش کرتا۔ میں ضعیف و کمزور ہوں ورنہ میں خود جا کر مجددی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت ابوالبلیان مفتی صاحب کے ہاں کاموکی تشریف لے گئے۔ مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے البینات شرح مکتوبات پر آپ کے کام کو سراہا اور مبارکباد دی نیز فرمانے لگے کہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویجہدی الیہ من ینیب

اللہ تعالیٰ نے جو نفوس قدسیہ چنے ہوئے ہیں ان میں سے آپ بھی معلوم ہوتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو مکتوبات شریف کی شرح کا یہ کام جو عرصہ (چار صدیوں میں کسی نے نہیں کیا آپ کو کرنے کی توفیق و سعادت نہ ملتی۔ (والحمد للہ علی ذالک

(پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری (لاہور

منہاج القرآن لاہور میں اجتماعی اعتکاف کے دوران پروفیسر صاحب درس تصوف اور مثنوی حضرت مولانا روم کا درس ارشاد فرماتے ہیں۔ چند سال پیشتر جلاپور جٹاں کے دوست بھی اعتکاف میں موجود تھے انہوں نے ایک دن پروفیسر صاحب سے سوال کیا کہ اگر ہم موجودہ دور میں تصوف، طریقت اور معرفت کا علم حاصل کرنا چاہیں اور ان کے رموز سے آگاہی چاہیں تو کیا کوئی ایسی شخصیت آپ کی نظر میں ہے جو ہماری اس سلسلہ میں بھرپور راہنمائی کر سکے؟ تو پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ آپ اس مقصد کیلئے علامہ محمد سعید احمد مجددی صاحب کے ہاں گوجرانوالہ حاضر ہوا کریں۔ چنانچہ وہ دوست بعد میں یہاں آئے اور آپ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔

(حضرت پیر محمد صدیق بھوروی مدظلہ (بھور شریف

حضرت ابوالبلیان علیہ الرحمہ کے متعلق آپ اکثر نجی محافل میں یاران طریقت سے فرماتے کہ یہ حقیقتاً سرمایہء اسلام اور جامع الصفات شخصیت کے مالک ہیں۔ ایسی نادر روزگار شخصیات صدیوں بعد جنم لیتی ہیں۔ آپ ولی کامل اور عارف باللہ تھے۔

فن خطابت اور حضرت ابوالبلیان علیہ الرحمۃ والرضوان

خطابت ایک فن ہے جو کہ دنیا کی ہر زبان، تہذیب اور ثقافت کا جوہر عظیم ہے یہ ایک ایسا فن ہے جس کی بدولت ایک صاحب فکر انسان دوسروں کے ذہنوں کو متاثر کرتا ہے اور دل نشین پیرائے میں اپنا مافی الضمیر دوسرے انسان تک منتقل کر دیتا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خطابت قدرت کا عطیہ ہے ادب اور انشاء کی لطافتوں کا اظہار ہے۔ منتخب الفاظ، تراکیب، استعارے، تشبیہات کا حسن استعمال ہے، اس کی خوشبو مقرر کے لبوں سے پھوٹتی ہے اور سامعین کے قلب و نگاہ کو مسحور و معمور کر دیتی ہے، خطابت کی تاریخ انسانی تہذیب کی تاریخ ہے

۔ قدیم یونان میں یہ فن عروج پر تھا۔ سقراط، افلاطون، ارسطو، کریٹو اور ان کے ہم عصر شہری ریاستوں میں اپنے فن خطابت کی بنا پر عوام کے لیڈر اور دانش و حکمت اور دانائی کے شاہکار تھے۔ بنی اسرائیل کی تہذیب پر نظر ڈالیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ میری زبان میں لکنت ہے، مجھے فن خطابت عطا کیا جائے جس پر خدا تعالیٰ نے ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اس صفت سے نوازا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارے میں ہی عوام سے ہم کلام ہو گئے تھے، قدیم روم میں رومن تہذیب کا عروج انسانی فکر و فن اور خطابت سے بھرپور نظر آتا ہے۔ اس طرح چین کی قدیم تہذیب میں کنفوشن اور ہتچیمان کے نام خطابت کی وجہ سے چینی تہذیب میں بہت نمایاں ہیں ہندو اور ویدک تہذیب کا اجمالی جائزہ لیں تو کوشن چند مہاراج کا سٹائل اور انداز مخاطب خطیبانہ ہے۔ منو، جو کہ ہندو قانون کا بانی ہے اس نے بھی اپنے زمانے میں خطابت کے زور پر اپنے آپ کو منوایا تھا اس کے علاوہ برصغیر میں جو خاموش تہذیبیں دھرم کے نام پر مشہور ہوئی ہیں ان میں ہر شاستر فن خطابت کا عمدہ نمونہ ہے۔

اسلامی تہذیب پر اگر فن خطابت کے حوالے سے نظر ڈالیں تو حضور سرور کائنات، سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ کے خطبات اور احادیث مبارکہ فن خطابت کا ابدی شاہکار ہیں۔ صحابہ کرام کے علاوہ دیگر مسلمان علماء اور دانشوروں نے خطابت کی صورت میں جہاں علمی و فکری صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کیا ہے وہاں اس سے تبلیغ اسلام کے لئے انتہائی موثر قوت کے طور پر بھی کام لیا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے شعلہ نوا خطیبوں نے خطابت کے زور پر دنیا کی سب سے بڑی سامراجی قوت کے طلسم باطل کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ انگریزی ڈرامہ میں مکالمات کے انداز میں تقریر کرنے کا سہرا قائد اعظم محمد علی جناح کے سر ہے۔ آپ کی انگریزی زبان میں خطابت نے ان پڑھا اور انگریزی سے ناواقفیت رکھنے والے عوام کو بھی گرمادیا اور ان میں فکر و خیال کے ایسے سوتے پھوٹے تھے جس نے عوام کو آزادی کی فصل بہار سے آشنا کر دیا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کا اعلان حق، محمد علی جوہر کی شعلہ نوائی، ظفر علی خاں کی مجاہدانہ لاکار، بہادر یاء جنگ کا نعرہ آزادی اور حریت کی پکار صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کا خطیبانہ بانگین اور متعدد دیگر عظیم مقررین کے نقوش خطابت مدتوں داستان ادب و انشاء کے بایسوں کو سخن طرازی کے آداب اور اسلوب سکھاتے رہیں گے۔

اس پس منظر کی روشنی میں ہم خطیب العصر، فرید الدھر حضرت علامہ ابوالبلیان محمد سعید احمد مجددی کی تقاریر اور فن خطابت کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ الفاظ کی حرمت اور حروف کی عظمت آپ کی لافانی پاکیزگی کی کس انداز میں علمبردار ہے، آپ آسمان رشد و ہدایت کے ان روشن ستاروں میں سے ایک ہیں جن کی روحانی تابناکی میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا ہے علم دین کی گہرائی اور وسعت، مذہبی حیثیت، اندرونی پاکیزگی، روحانی درجات اور اخلاقی برتری کی بنا پر ان کو اپنے معاصرین میں بھی ایک انتہائی محترم اور بلند مقام نصیب ہوا ہے

-

آپ بلاشبک وشبہ روحانی فرمانروائی کے منصب پر فائز تھے آپ کا پر جوش انداز خطابت ایک مخصوص اور منفرد اسلوب کا حامل تھا اس اسلوب میں اسلامی تعلیمات کی سادگی، تصوف کی پاکیزگی، محبت کی مہک اور اسلامی اخلاق اور مساوات کی مٹھاس شامل تھی۔

اسی طرح الفاظ اور حروف کے استعمال میں آپ نے صوتی آہنگ، قافیہ وردیف کی فراوانی اور نثری شاعری کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ انگریزی ادب میں یہ سٹائل لارڈ برک کا تھا وہ جب انگلستان کی پارلیمنٹ میں تقریر کیا کرتے تھے تو ایک سناٹا طاری ہو جاتا تھا شیکسپیر کی تراکیب اور شیلے کا خوبصورت تشبیہات کا سہارا لے کر تقریر کیا کرتے تھے، ابوالبلیان کے ہاں بھی یہ لذت تقریر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو!۔۔۔

شان تو حیدر سالت پوچھنی ہے تو

فیضیاب منزل تو حیدر سے پوچھو۔۔۔ باریاب جلوہ دید سے پوچھو۔۔۔ شہسوار عرصہء تجرید سے پوچھو۔۔۔ شہباز اوج تفرید سے پوچھو۔۔۔ زہد و ریاضت کے فرد و حیدر سے پوچھو۔۔۔ گنج شکر بابا فرید سے پوچھو

آپ نے آخر میں گنج شکر بابا فرید کا حوالہ دے کر ہماری توجہ روحانی جمہوریت کی طرف کی ہے اور یہ محض قافیہ وردیف کا جوش خطابت نہیں بلکہ فکری جہت کی نشاندہی ہے کیونکہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر جہاں روحانیت کی اقلیم میں فرمانروا کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں علوم شرعیہ کے شاہ سواروں میں بھی اونچا نام رکھتے ہیں اس لئے ان کی تحریروں، ملفوظات اور خاص طور پر اشعار میں معانی و مطالب کی بڑی وسعت پائی جاتی ہے انہوں نے اپنی صوفیانہ واردات کو حسب معمول رمز و ایما اور استعاروں کے پردہ میں بیان کیا ہے اسلام کا مزاج جامعیت اور توازن ہے وہ توڑنے کیلئے نہیں جوڑنے کیلئے آتا ہے اس کا نعرہ فصل نہیں وصل ہے۔

تو برائے وصل کردند آمدی

نے برائے فصل کردند آمدی

شیخ طریقت حضرت علامہ ابوالبلیان محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز نے اپنے ایک شہرہ آفاق خطاب میں شریعت و طریقت کا اصل مفہوم نہایت ہی خوبصورت طریقہ سے سمجھایا ہے اس میں آپ کی خطیبانہ مہارت کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے

شریعت ضابطہ ہے۔۔۔۔۔ طریقت رابطہ ہے شریعت دستور ہے۔۔۔۔۔ طریقت منشور ہے شریعت نور ہے۔۔۔۔۔ طریقت حضور ہے شریعت جسم ہے۔۔۔۔۔ طریقت روح ہے شریعت پھول ہے۔۔۔۔۔ طریقت خوشبو ہے شریعت دعویٰ ہے۔۔۔۔۔ طریقت دلیل ہے شریعت مقدمہ ہے۔۔۔۔۔ طریقت وکیل ہے شریعت مرشد ہے۔۔۔۔۔ طریقت ارشاد ہے شریعت کتاب ہے۔۔۔۔۔

طریقت استاد ہے شریعت متن ہے۔۔۔۔۔ طریقت تشریح ہے

شریعت کنایہ ہے۔۔۔۔۔ طریقت تفصیل ہے شریعت تعلیم ہے۔۔۔۔۔ طریقت تعمیل ہے شریعت ایمان ہے۔۔۔۔۔ طریقت احسان

ہے

اور حق تو یہ ہے کہ

شریعت اقوال مصطفیٰ اکا نام ہے۔۔۔ اور طریقت احوال مصطفیٰ اکا نام ہے

حضرت بابا فرید رحمہ اللہ کے سیرت کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں بیک وقت تین رجحانات ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں، آپ کے کلام میں شریعت

، حقیقت اور طریقت تینوں عنوانات موجود ہیں، اسی طرح حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب کشف المحجوب میں بیان فرماتے ہیں۔ ”انسان کو امور الہی اور خدا کی معرفت کا علم ہونا ضروری ہے۔“

بابا جی کا نظریہ طریقت انسان کی داخلی صلاحیتوں، خوف و حزن سے نجات، بے لوث عبادت، خدمت خلق، صبر و تحمل، خیرات اور خدا کی محبت میں مضمر ہے۔

علامہ ابو البیان نے ہر موضوع اور نکتہ نظر کو اپنی تقاریر اور خطابت کا موضوع بنایا ہے مثلاً توحید باری تعالیٰ، کلمہ توحید، مرج البحرین، امام حسین اور منزل یقین، سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، آمد مصطفیٰ، رحمۃ اللعالمین، بعثت مقدسہ، برہان الوہیت، سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، معراج النبی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، فلسفہ حج، اور اس کے علاوہ سینکڑوں ایسے موضوعات ہیں جن پر آپ نے مضامین لکھے، تقاریر اور خطاب فرمائے ہر ایک کا انداز منفرد، خیال اچھوتا، ندرت فکر، جدت افکار، شگفتہ بیانی، اور ایک ایک حرف میں پیار، محبت اور گلوں کی خوشبو ہے، آپ کے فن خطابت کو ایک مضمون کے دائرہ میں لانا ناممکن ہے۔

کیونکہ فن خطابت کے دنیا میں بے شمار مکاتب فکر ہیں آپ کو ہم کسی ایک مکتب فکر کا نمائندہ یا سخن ور نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ آپ کے ہاں یونان کا مکالماتی انداز، برطانیہ کا شعری فکر و فن، ایران کا متصوفانہ اسلوب، برصغیر پاک و ہند کا فکری بانگ، چین کا غور و فکر میں ڈوبا ہوا سائل اور عرب کا مجاہدانہ اچھوتا پن سب کچھ ملتا ہے۔ اس لئے اگر ہم ان کے مکتبہ فکر کو خود ان کے اپنے نام سے ہی منسوب کریں تو زیادہ بہتر ہے۔

مثلاً آپ اسم ذات اور نزول کتاب کے بارے میں خطاب فرماتے ہیں تو اس میں نہ صرف الفاظ کی گونج سنائی دیتی ہے بلکہ فکر و خیال کے! اچھوتے پن کا احساس مکمل طور پر ہمارے حواس پر اچھا جاتا ہے۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو

حضرات معظم غور فرمائیں! فرمایا جا رہا ہے اقربا اسم ربک پڑھئے اپنے رب کے اسم کے ساتھ! صوفیائے کرام نے اس سے مطلب یہ لیا ہے کہ اسم ذات کا ذکر کرتے ہوئے پڑھئے۔۔۔ اور ذکر اسم ذات ہی سلاسل طریقت میں سلوک کا پہلا سبق ہے۔ کیونکہ اسم ذات ہی اسم اعظم ہے۔۔۔ اسم ذات ہی وجہ تکوین عالم ہے۔۔۔ اسم ذات ہی مفتاح نجات ہے۔۔۔ اسم ذات ہی مصدر برکات ہے۔ ذکر اسم ذات سے ہی دل کے روشن دان عالم قدس کی طرف کھلتے ہیں اور ذکر اسم ذات کی برکت سے ہی عالم غیب کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

جب تک تیرے دل پر نہ ہو نزول کتاب

گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف

اسی طرح برہان الوہیت میں خطاب فرمانے کا انداز نہ صرف سننے والے میں شان و عظمت مصطفیٰ اپیدا کرتا ہے بلکہ ایمان کی حرارت اور یقین کی جرات بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً

کسی کے کلام میں معجزہ-----کسی کے نام میں معجزہ
کسی کے دم میں معجزہ-----کسی کے قدم میں معجزہ
کسی کے عصا میں معجزہ-----کسی کے ید بیضا میں معجزہ
کسی کی نگاہ میں معجزہ-----کسی کی دعا میں معجزہ

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری

آنچه خواباں همه دارند تو تنہا داری

اس کے علاوہ پھر آپ نے جس نفیس انداز میں معجزہ کی وضاحت کی ہے اس سے فکر و خیال کی نئی جہتیں کھل جاتی ہیں اور انسان خود کائنات کی سیر میں مصروف ہو جاتا ہے۔